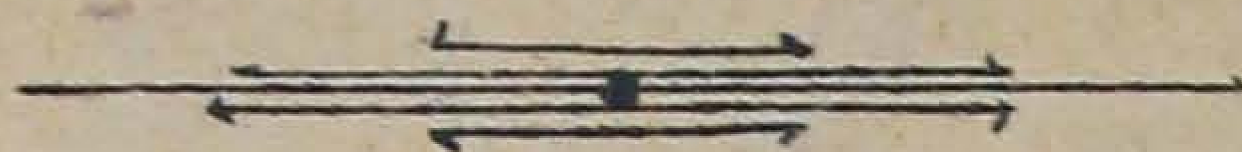
ھ

[illegible]



# میاں بیوی کی کہانی

نمبر (۱) (۲) (۳) (۴)



سید احمد حسین امجد کی زبانی

مطبوعہ

اعجاز مشین پریس چھتہ بازار حیدرآباد دکن

بار سوم — شہر جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ — قیمت ۵ر




جاڑوں کا موسم تھا اور سویرے کا وقت، سردی سے ہاتھ پاؤں اینٹھے جا رہے تھے
ایسے موسم اور ایسے وقت میں ایک گھر میں دو میاں بیوی اپنی اپنی چارپائی پر لحاف
اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ یکایک میاں نے لحاف سے منہ باہر نکالکر بیوی کو آواز دی
غریب بیوی گہری نیند سو رہی تھی اس لئے ایک آواز پر جواب نہ دے سکی۔

**میاں** نے پھر دوسری دفعہ کڑک کر کہا کمبخت سوئی ہے کہ مر گئی ہے۔
آفتاب سر پر آپہنچا لیکن اُٹھنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ نرم توشک اور گرم لحاف
کبھی باوا کے گھر میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ یہاں آکر کس قدر پاؤں پھیلائی ہے۔
میاں کی رعد نما کڑکتی ہوئی آواز سے بیوی لحاف پھینک جھٹ پٹ
اٹھ کھڑی ہوئی میاں کا غصہ دیکھ کر رہے سہے حواس جاتے رہے۔
یہ تو نہ کہہ سکی کہ آپ کے پاؤں دباتے دباتے رات کے دو ایک بجے سوئی
ہوں اس لئے وقت پر نہ جاگ سکی۔ صرف اس قدر کہا کہ کمبخت نیند اس قدر
آگئی تھی کہ وقت پر آنکھ نہ کھل سکی۔

**میاں** یوں کیوں نہیں کہتیں کہ تم کو شوہر اور مجھ سے لایق اور قابل اور
کمانے والے شوہر کی کوئی پروا نہیں ہے نہیں معلوم کس کا گھمنڈ ہے اور کس پر غرہ ہے
**بیوی** مجھے تمہارے سوا کس پر گھمنڈ ہو سکتا ہے۔ تمہارے سوا کس پر مغرور
ہو سکتی ہوں؟

**میاں** بالکل جھوٹ اگر تم میری ہوتیں تو میرے ہر حکم کی تعمیل فوراً کرتیں تم اپنی اصلیت بھول گئیں غلطی میری ہے کہ میں نے تم کو اس قدر سر چڑھایا پاؤں کی جوتی تو پاؤں ہی میں رہنی چاہئے۔

**بیوی** میں پاؤں کی جوتی ہی سہی، مگر کیا آپ نے جوتی کی جوتیاں والا مضمون نہیں پڑھا۔ اگر وہ مضمون آپ کی نگاہ سے گزر جاتا تو آپ پاؤں کی جوتی کی بھی عزت فرماتے۔

**میاں** میں ایسے واہیات مضمون نہ پڑھتا ہوں نہ سنتا ہوں۔

**بیوی** مضمون کوئی ایسا بڑا نہیں ہے میری خاطر سے ایک مرتبہ سن لیجئے

(بیوی کتب خانے کے کمرے سے ایک رسالہ اٹھا لاتی ہے اور اپنے لایق اور قابل شوہر کو اس طرح مضمون پڑھ کر سناتی ہے۔

# جُوتی کی جُوتیاں

محرم کا مہینہ تھا، اور ماتم امام کی مجلسیں۔ راستے سے گذرتے ہوئے آہ واہ کی آواز سن کر ہم بھی ایک مجلس میں جا پہنچے۔ پاؤں سے جوتی اُتار بغل میں دبا کر آگے بڑھے۔

مجلس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ تل دھرنے کو کہیں جگہ نہ تھی اس پر بھی ہم گھس پٹ کر کسی طرح اکڑوں بیٹھ گئے۔ مگر ہماری بغلی جوتی کے لئے ہماری بغل کے سوا اور کہیں جگہ نہ تھی۔ کچھ دیر تو بغل ہی میں دبی رہی، پھر بغل میں درد ہو نیسے بغل سے نکال کر گود میں رکھ لی۔ پیٹ کو روٹی باندھنا تو سنا کرتے تھے

گر بیٹ کو جوتی باندھنے کا محاورہ آج ہی ایجاد ہوا۔

جوتی اور پاؤں کی جوتی کی آغوش نشینی نے سارا لطف کرکرا کر دیا۔ مرثیہ کا کوئی مصرعہ سمجھ میں آیا ہو تو قسم لے لیجئے۔ بوتی کی اس ہم آغوشی پر پاک اور سپید کپڑے اندر ہی اندر مرثیہ پڑھ رہے تھے۔ ناک الگ ناک بھوں چڑھا رہی تھی، آنکھیں الگ آنکھیں نکال نکال کر دیکھ رہی تھیں۔ عرش نشیں دماغ الگ بد دماغ ہو رہا تھا۔

غرض جسم کے ہر بن مو سے غریب جوتی پر لعن طعن کی جوتیاں برس رہی تھیں بیچاری غریب جوتی آخر کب تک صبر کرتی۔ کہاں تک اپنی ذلت گوارا کرتی؟

زبان کی صورت تو تھی ہی۔ اب سچ مچ زبان بن گئی ——— بگڑ کر کہہ اٹھی اے بے مجد امجد! اے مغرور انسان؟ اے جِلدی حیوان! اپنی ہم جنس چمڑے کی جوتی کو زیادہ ذلت سے نہ دیکھ کیا میں اس لئے ذلیل ہوں کہ خود نجاستوں میں پڑ کر تجھ کو پاک اور صاف رکھتی ہوں۔

کیا میں اس لئے ذلیل ہوں کہ چمڑے سے بنی ہوں؟ ——— تو کب سونے سے بنا ہے؟ ارے تو بھی تو سر سے پاؤں تک خالی ڈھول کی طرح چمڑے سے مڑھا ہوا ہے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر نکال، پھر دوسرے کی عیب جوئی کر۔

ارے ظالم اپنے محسن کے ساتھ یہ سلوک! بتا محسن کشی اور کسے کہتے ہیں۔ اے مغرور انسان کیا تو شیطان تو نہیں ہے؟ شیطان نے تو ایک حجت بھی پیش کی تھی یعنی خَلَقْتَنِی مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ لیکن یہاں تو یہ فرق بھی نہیں ہے۔

میں اور تو دونوں چمڑے ہی سے بنے ہیں چمڑا ہی ہمارا ظاہر و باطن ہے

ارے احسان فراموش! میں تو اس قابل ہوں کہ پاؤں میں پہننے کے بعد امتناناً تو مجھے سر پر بھی رکھ لیا کرے لیکن میں اس کی خواہشمند بھی نہیں۔ ہاں اتنا ضرور کہوں گی کہ آیندہ کسی کو اور خصوصاً اپنے محسن کو ذلیل نہ کر۔

"کام لے مگر نام نہ دھر"

ہم جوتی کی اس دریدہ دہنی اور بیانِ واقعی کو خاموشی سے سنتے رہے۔ جواب کا کیا موقع تھا۔ اپنی ہار مان کر جوتی کی مدح سرائی میں یہ قطعہ قاطع الغرور پڑھتے ہوئے سر جھکائے اپنے گھر واپس ہوئے۔

نوعِ انسانی ہی سرتاپا جہانِ احتیاج　　اشرفِ عالم کی دُرگت یہ؟ خدا کی شان ہے
مادی دنیا میں کس کس کا ہوں میں منت پذیر　　میرے سر پر پاؤں کی جوتی کا بھی احسان ہے

ہر ذرّے کے ہم ہیں زیرِ بارِ احساں　　اک اک قطرہ ہے جوئبارِ احساں
حیوان و نباتات سب کے ممنوں ہیں ہم　　ممنوں اگر نہیں تو مجنوں ہیں ہم

ہمدردئ غیر میں ہے راحت اپنی.
ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

مخفی ہے جماعت میں کرامت ساری　　شیر اور شکر سے ہے حلاوت ساری
صرف اک اپنی خوشی، نہیں ہو سکتی　　اک شخص کی زندگی، نہیں ہو سکتی

ہمدردئ غیر میں ہے راحت اپنی
ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

بھنگی، بیمار ہو تو مشکل پڑ جائے　　دھوبی نہ اگر آئے تو کپڑا سڑ جائے
خط کون بنائے جبکہ نائی نہ ملے　　موچی نہ ملے تو زیر پائی نہ ملے

ہمدردئ غیر میں ہے راحت اپنی
ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

معمار اگر نہ ہو تو گھر کون بنائے — عشرت منزل کا بام و در کون بنائے
دہقاں نہ ہو تو کھیت کیوں کر ہو گا — جب کھیت نہ ہو پیٹ پہ پتھر ہو گا

ہمدردئ غیر میں ہے راحت اپنی
ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

چمکی ہے فقیروں سے امیری ساری — دنیا میں مریدوں سے ہے پیری ساری
خادم ہی سے ہے نام و نمود مخدوم — خادم ہی کے دم سے ہے وجود مخدوم

ہمدردئ غیر میں ہے راحت اپنی
ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

بیماری سے زندگی ہے لقمانی میں — دم سے پیاسوں کے آب ہی پانی میں
میخواروں سے ہے نام و نمود ساقی — تفصیل بہت ہے قس علیہ الباقی

ہمدردئ غیر میں ہے راحت اپنی
ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

اپنا ہی وجود ہے یہ عالم سارا — اپنی ہی نمود ہے یہ عالم سارا
آئینۂ دہر میں ہے رویت اپنی — پتھر کی بھی مورت میں ہی صورت اپنی

ہمدردئ غیر میں ہے راحت اپنی
ہر شخص کی قسمت میں ہے شرکت اپنی

# رُباعی

همراهِ کرم حسنِ عمل تُلتا ہے — احسان میں باب لطف حق کھلتا ہے
ہمدردئ غیر میں ہے اپنا بھی بھلا — کپڑا دھونے سے ہاتھ بھی دھلتا ہے
از خدمتِ خلق بندہ اعلیٰ گردد — مستوجب فضلِ حق تعالیٰ گردد
ہمدردئ بیکساں رساند بشرف — چوں شعلہ بہ خس گرفت، بالا گردد

میاں صاحب نے مضمون بالا سُن کر ارشاد فرمایا خوب ماشاء اللہ کیا مضمون ہے، پاؤں کی جوتی کو سر چڑھانا امجد صاحب ہی کو مبارک ہم سے تو ایسا دیوانہ پن نہیں ہو سکتا اِن بیہودہ باتوں کو چھوڑو میری بات کان دھر کر سُنو:۔

ہمیشہ سویرے اُٹھا کرنا، میرے بیدار ہونے تک گرم پانی اور ناشتہ اور چائے تیار رکھنا، اپنے وارث اپنے سرتاج اپنے نیم خدا کے ہر حکم کی تعمیل کرنا۔

**بیوی** کیا نیم خدا کے احکام کی تعمیل میرے لئے اسقدر ضروری ہے اور اصل خدا کے احکام کی تعمیل تم پر فرض نہیں ہے؟ یہ تو فرمائیے کہ آپ خود نماز کیوں نہیں پڑھتے۔

**میاں** کیا بتاؤں۔ فجر کو سویرے اُٹھ نہیں سکتا۔ ظہر کو دفتر میں رہتا ہوں گھر آنے تک عصر و مغرب کا وقت نکل جاتا ہے۔ عشا کے وقت نیند آجاتی ہے یا دوست آجاتے ہیں کمبخت نماز پڑھنے کے لئے کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔

**بیوی** اچھا تم روزے کیوں نہیں رکھتے؟

**میاں** گرمی کے روزے تو الامان، الامان، بھلا کوئی انسان اس کی

تاب لاسکتا ہے؟ جاڑوں کے روزوں میں سحری کیلئے اٹھنا بھی سخت مصیبت ہے۔

**بیوی** اچھا تم زکوٰۃ کیوں نہیں دیتے؟ کیا تم صاحب نصاب نہیں ہو؟

**میاں** زکوٰۃ؟ یہ ذرا مشکل کام ہے۔ دَم دینا آسان ہے، مگر رقم دینا مشکل کیا تم نے تمہارے امجد صاحب کا وہ قطعہ نہیں سُنا۔

بیمار بخیل سے کسی نے یہہ کہا ۔۔۔ نادان! کرتا نہیں ہے کیوں اپنی دوا
کیوں رُپیہ ہے جان سے بڑھ کر پیارا ۔۔۔ تجھکو تو ہے جان سے کہیں زر پیارا
بیمار نے سر اٹھا کے بستر سے کہا ۔۔۔ بے عقل کا وعظ میں نہیں سن سکتا
اے دوست مرے، جان کہاں مال کہاں ۔۔۔ افلاس کہاں، صورت اقبال کہاں
نادان سمجھ، تجھے ہے گر عقل ذرا
جان مفت میں پائی مال محنت سے ملا

علاوہ بریں خیرات سے قوم کی عادت خراب ہو جاتی ہے۔ محنت چھوڑ کر بھیک مانگنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اِسی لئے تو مسلمانوں میں بھیک منگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے

**بیوی** اچھا تم حج کیوں نہیں کرتے؟

**میاں** اری دیوانی گھر کی آسایش وطن کا آرام چھوڑ کر، حج کو جانا جہاز میں سوار ہونا قے کرتے کرتے موت کے کنارے لگنا، طوفان کے خطروں میں پڑنا ہولناک شغدفوں میں بیٹھنا۔ عرب کی جلتی دھوپ میں برہنہ سر چلنا۔ گرم ریت میں جلنا، پیچش اور وباؤں میں مبتلا ہونا۔ بھلا ہم سے کہاں ہو سکتا ہے؟

ثواب حج اگرچہ بے شمار است ۔۔۔ مگر روئے سلامت بر کنار است

**بیوی** کیا تم مسلمان ہو؟

**میاں** کیوں نہیں مسلمانوں کا سا نام ہے۔ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا ہوں مسلمانوں میں پرورش پائی ہے۔

**بیوی** کیا مسلمانی اسی کا نام ہے۔

**میاں** اور کیا مسلمانوں کے سر سینگ ہوا کرتے ہیں۔

**بیوی** نہیں ایسا تو نہیں ہے اسلام صرف مسلمانوں کا سا نام رکھ لینے کا نام نہیں ہے اسلام یا عبدیت یہ ہے کہ بندے کو اپنے مولا کی فرمانبرداری کے سوا کسی چیز میں لذت ہی نہ ملے اور اس کی رضا جوئی کے شوق میں سخت سے سخت عمل بھی آسان ہو جائے اس کی محبت اور یاد میں اپنے آپ کو بھلا دینا اس کا فرض اولیں ہو۔

میں کا سرمایہ مجھ سے بالکل کھو جائے
موہوم انانیت کا فتنہ سو جائے
ساری ہستی سمٹ تیری جانب کھنچ جاؤں
اے کل! مرا جزو جزو تیرا ہو جائے

**میاں** میں خدا کو تو مانتا ہوں۔

**بیوی** مگر خدا کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا۔ کیوں ہے نا یہی بات؟

کوئی کام نیکی کا کرتا نہیں ہوں
خدا کو سمجھتا ہوں ڈرتا نہیں ہوں!

تعجب، تعجب، تعجب، تعجب!

میں آپ کو شوہر تو مانوں مگر آپ کے احکام کی تعمیل نہ کروں تو کیا آپ مجھے طلاق نہ دیدیں گے؟

میرے صاحب! تم نماز تو اس لئے نہیں پڑھتے کہ تم کو فرصت نہیں ملتی۔ روزہ اس لئے نہیں رکھتے کہ بھوک پیاس کی برداشت نہیں ہو سکتی حج اس لئے

دیتے کہ محنت سے کمائی ہوئی رقم مفت دیتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

مجھے دیکھئے میرے آقا اپنی اس لونڈی کو دیکھئے کہ آپ کے مقابل میں عورت ہوں ناقص العقل ہوں، ضعیف القویٰ ہوں۔

**مماثلت نماز** گھر کے کاموں میں مصروف رہتی ہوں۔ بچوں کو سنبھالتی ہوں پیستی ہوں۔ پکاتی ہوں باوجود اتنی مصروفیتوں کے جب آپ پکارتے ہیں سب کام چھوڑ کر فوراً حاضر خدمت ہو جاتی ہوں کیا کبھی میں نے یہ کہا کہ اب کام میں ہوں نہیں آسکتی ؟ ——— نہیں کبھی نہیں۔

**مماثلت روزہ** کبھی کبھی آپ کی بیماریوں کے زمانے میں کامل دو دو دن میں نے کچھ نہیں کھایا آپ کی چارپائی سے لگی رہی۔ پاؤں دباتے دباتے ہاتھ ٹوٹ گئے بھوک سے غش پر غش آتے رہے۔ کیا کبھی میں نے آپ سے بھوک پیاس کی شکایت کی ؟ ——— نہیں کبھی نہیں۔

**مماثلت زکوٰۃ** میرے والدین کا دیا ہوا زر وزیور روپیہ جب آپ نے طلب کیا میں نے دیدیا آپ کی بہن (میری نند) صفیہ کے جہیز میں آپ کے حکم سے میں نے اپنے تمام کپڑے اور قیمتی زیور دینے میں دریغ نہیں کیا۔

کیا اپنی چیز آپ کے حسب الحکم کبھی کسی کو دینے میں انکار کیا ؟ ——— نہیں کبھی نہیں۔

**مماثلت حج** ایک ان دیکھے شخص کے لئے میں نے ماں باپ کو چھوڑا۔ اپنے گھر بار کو چھوڑا۔ اپنی قدیم سہیلیوں کو چھوڑا چند دن کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے توکلت علی اللہ ایک اجنبی کے دروازہ پر آپڑی۔

کب غصے میں تم آپے سے باہر نہوئے — کب مجھ سے بلا سبب مکدر نہوئے
تم مرد ہو اور دعوئے مردی ہے — لیکن، عورت کے بھی برابر نہوئے

یاد رہتا کچھ اگر عہدِ الست — طلبِ حق میں فنا ہو جاتے
کرتے تقلید اگر عورت کی — مرد سب مردِ خدا ہو جاتے

اصل وجہ تو علمائے کرام کو معلوم ہوگی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ عورت مظہرِ عبدیت ہونے ہی کی وجہ سے محبوبِ خدا کی محبوب ہوئی ہے۔

بے مثل مثالِ عبدیت ہی مراۃ — ہر گھر میں نہالِ عبدیت ہی مراۃ
چشمِ حق بیں سے دیکھ اے مردِ خدا — مرآۃِ جمالِ عبدیت ہے مراۃ

(۲) پیارے شوہر خفا نہ ہونا جب سے مجھے میرے ماں باپ نے آپ کے دامن سے باندھ دیا ہے میری ساری التجائیں ساری درخواستیں ساری حکایتیں ساری شکایتیں آپ ہی تک محدود رہتی ہیں کسی کے آگے عرضِ حاجت تو بڑی بات ہے، میری آواز بھی آپ کے سوا کسی دوسرے کے کانوں تک نہیں پہنچتی دکھ ہو تو آپ سے کہتی ہوں سکھ ہو تو آپ سے کہتی ہوں۔ ننگی ہوتی ہوں تو آپ سے کپڑا مانگتی ہوں۔ بھوکی ہوتی ہوں تو آپ ہی سے عرض کرتی ہوں جانتی ہوں کہ آپ حکیم نہیں ڈاکٹر نہیں، پھر بھی جب کبھی بیمار ہوتی ہوں تو اپنا دکھ درد آپ کے سوا کسی حکیم سے کہنے کے لئے نہیں جاتی۔

لیکن .................. آپ کو دیکھتی ہوں کہ ذرا ذرا سی بات میں ساری دنیا کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ ہر ایک کے آگے سرِ نیاز جھکاتے ہیں۔

غریب عورت تو ایک مرد کے سوا دوسرے کی صورت نہیں دیکھ سکتی۔

عزت و ناموس جیسی چیز آپ پر قربان کردی۔ اب بھی تم جہاں چاہتے ہو لئے پھرتے ہو۔

کیا کبھی میں نے یہ کہا کہ گھر کی راحت چھوڑ کر باہر جایا نہیں جا سکتا؟ نہیں کبھی نہیں میں آپ کی بیوی ہوں مخلوق یا مملوک نہیں ہوں۔ آپ میرے شوہر ہیں مالک یا خالق نہیں ہیں۔ آپ کے میرے حقوق مساوی ہیں هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۝

آپ میرے شریک زندگی ہیں، میں آپ کی شریک زندگی ہوں۔ میں آپ کی محتاج ہوں، آپ میرے محتاج ہیں۔ پھر بھی میرے ایثار، میرے استحسان میری بے نفسی کو دیکھیئے کہ باوجود اس مساوات کے دن رات آپ کی فرمانبردار لونڈی بنی ہوئی ہوں۔ آپ کے ہر حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرتی ہوں۔

آپ کے ہر فرمان کی چاہے وہ میری مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) بغیر کسی "کیوں۔ کیا" کے تمام جذبات کو ضبط اور تمام اضطرابات کو خاک میں ملا کر بسر و چشم تعمیل کرتی ہوں۔

کیا آپ مرد، اور قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ ہو کر اپنے مولا، اپنے رب، اپنے مالک کی فرمانبرداری نہیں کر سکتے؟ کیا اس ضعیف انسان کی استقامت آپ کو صراط مستقیم نہیں دکھا سکتی اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

میاں۔ بیوی کے کیفیات اور تعلقات باہمی میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی بڑی نصیحتیں ہیں۔

کیا میری مثال آپ کو حضرت ذوالجلال کی عبدیت کا سبق نہیں پڑھا سکتی؟

تعجب ہے کہ ایک غلام کئی آقاؤں میں کس طرح مشترک ہوسکتا ہے۔

رَجُلًا فِیْهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ

ایک شخص کئی لوگوں کا غلام ہے اور ایک شخص ایک ہی کا غلام ہے۔ کیا ان دونوں غلاموں کی حالت یکساں ہوسکتی ہے؟

پردہ پوشی کو ایک چادر بس ہے
دن رات بسر کرنے کو اک گھر بس ہے
کیا مرد کو اک خدا نہیں ہے کافی؟
عورت کیلئے تو ایک شوہر بس ہے

اپنے آقا سے کج ادائی؟ توبہ
نا اہلوں کے در پہ جبہہ سائی؟ توبہ
غیروں سے تعلقات رب کے ہو کر؟
شوہر رکھ کر بھی آشنائی؟ توبہ

پیارے شوہر ایک کے ہو رہو یا ہر ایک کے آگے سر جھکاتے رہو۔

ایک یا ہر ایک۔

اسی سلسلہ میں ایک مضمون کا اقتباس اور بھی سن لیجیے ممکن ہے کہ کئی دفعہ کے کہنے سننے سے ایک آدھ دفعہ کچھ نہ کچھ اثر ہو جائے۔

وہ یہ کہ ہر انسان جب اس وسیع دنیا میں آنکھ کھولتا ہے تھوڑی دیر کے لئے تو ششدر و حیران رہ جاتا ہے کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

کائنات کی ہر چیز سنگ مقناطیس بنی ہوئی ہر آہن سے آہن دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

ذرہ ذرہ اشاروں میں "ایک نظر ادھر بھی" پکار رہا ہے۔

دیوانی عقل بادی النظر میں نفع و ضرر کا تعلق ہر چیز میں محسوس کرتی ہے کبھی ادھر جھک پڑتی ہے کبھی ادھر۔

رات کی تاریکی میں جگمگاتے تارے، روشن ماہتاب۔ اوج فلک پر چمک چمک کر کہتے ہیں۔ آؤ ادھر آؤ۔ تمھاری سعادت و نحوست کا سارا تعلق ہم سے ہے۔

دن کی روشنی میں آفتاب جہاں تاب اپنی جلالی شان سے ذرے ذرے پر ضوفشانی کرتا ہوا ھٰذا ربی۔ ھٰذا اکبر کہنے کا مطالبہ کر رہا ہے۔

غرض آگ، پانی، خاک، ہوا، شجر، حجر، صحرا، سمندر، کوہستان، بیابان، حیوان، انسان، زمین، آسمان، ہر شخص، ہر چیز، ہر تنکا، ہر ذرہ اپنے نفع و ضرر کا اظہار کرتے ہوئے دامن دل می کشد کہ جا اینجاست۔

یہی وہ مقام ہے جہاں مستقل سے مستقل انسان کے بھی قدم اکھڑ جاتے ہیں۔ کیا کرے کیا نہ کرے۔ کس کو پوجے کس کو نہ پوجے۔

فرداً فرداً ہر شئی کی پرستش ناممکن۔ دو تین خدا کیا ہزاروں لاکھوں خداؤں پر بھی یہ سلسلہ منتہی نہیں ہو سکتا۔

اب کیا کیا جائے؟

عقلیہ خطرات سے بچنے فرضی امیدوں کی تکمیل کیلئے آخر کوئی تو سہارا ہونا چاہئے۔

اب صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے۔ ہاں اس پریشانی کی جمعیت کی مافوق العقل و بمقتضائے فطرت ایک ہی صورت ہے۔

وہ یہ کہ:۔

ایک ایسا مرکز تلاش کیا جائے جو تمام صفات کمالیہ کا جامع اور ہر نفع و ضرر پر قادر ہو اگرچہ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کہنے والوں کو ایک تعجب خیز بات معلوم ہوگی اور ساری دنیا کے انفرادی اور شخصی معبودوں کو توڑ کر صرف ایک معبود

جوڑ دینا انوکھی بات نظر آئیگی لیکن عقل کی ادراک اور گرفت سے پرے نفس الامر میں ایک مرکز حیّ الْقَیُّوم فَاطِرُ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰاتِ ایسا ہے، جو ہر صفتِ کمالیہ کا جامع اور ہر نفع و ضرر آخر میں اسی نقطۂ آخر پر جا کر منتہی ہوتا ہے۔ آگے کی طرف بڑھو یا پیچھے کی طرف ہٹو دونوں صورتوں میں ایک ایسی ہستی پر ٹھہرنا پڑتا ہے جو اپنے قیام اور وجود میں مستقل بالذات ہو۔ اب تم ہی سوچو ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ تم ہی غور کرو ہزاروں ناقص اور عاجز معبود اچھے، یا ایک ہی کامل اور غالب معبود اچھا۔ فَلِذَا قِیْلَ ؎

## لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ساری دنیا سے ہاتھ دھو کر دیکھو جو کچھ بھی رہا سہا ہے کھو کر دیکھو
کیا عرض کروں کہ اسمیں کیا راحت ہے اِک مرتبہ تم ایک کے ہو کر دیکھو

---

از دلہی متاعِ کاسد باز آ یکبار۔ ازیں خیالِ فاسد باز آ
اے بندۂ توحید امنہ دل بر جمع باز آ۔ باز آ بسوئے واحد باز آ

---

کبھی نقش دل پر ہے شام و سحر کا کبھی ہے اثر ہم پہ شمس و قمر کا
ہر اک چیز رکھتی ہے پہلو اثر کا ہر اک سے تعلق ہے نفع و ضرر کا

بہت سے بُروں سے تو اک نیک اچھا
کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا؟

کبھی جھکتے ہیں خاک پتھر کے آگے کبھی دست بستہ ہیں مندر کے آگے
کبھی سر جھکاتے ہیں خود سر کے آگے اِس افسر کے آگے اُس افسر کے آگے

بہت سے بُروں سے تو اک نیک اچھا

کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا؟

کبھی زندوں سے طالبِ مدعا ہیں　　کبھی مردوں پر جان و دل سے فدا ہیں
اگرچہ کہ بالقول عبدِ خدا ہیں　　مگر فعل سے شرک میں مبتلا ہیں

بہت سے بروں سے تو اک نیک اچھا
کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا؟

امیروں کو حاجت روا مانتے ہیں　　انہیں مستحق ثنا مانتے ہیں
حقیقت میں زر کو خدا مانتے ہیں　　اگر کچھ کہیں تو برا مانتے ہیں

بہت سے بُروں سے تو اک نیک اچھا
کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا؟

کبھی حاکموں کی ہے دربارداری　　کبھی اہلِ دولت کی خدمتگزاری
عجب بیسواسی ہے حالت ہماری　　کبھی اِس سے یاری کبھی اُس سے یاری

بہت سے بُروں سے تو اک نیک اچھا
کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا؟

ہر اک شخص کا دم کہاں تک بھروگے　　ہر اک ذرہ ذرہ سے کب تک ڈروگے
ہر اک چیز پر تم کہاں تک مروگے　　کہاں تک زمانے کی پوجا کروگے

بہت سے بُروں سے تو اک نیک اچھا
کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا؟

بھرے گا نہ یہ کاسۂ بیحیائی　　جہاں بھر سے ممکن نہیں آشنائی
ہے منظور اگر اپنی مشکل کشائی　　کسی ایک کے ہو رہو میرے بھائی

بہت سے بُروں سے تو اک نیک اچھا

کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا

ہوا پر بناؤ گے گنبد کہاں تک
تذبذب کا یہ جزر اور مد کہاں تک
کرو گے ہر اک کی خوشامد کہاں تک
سر اپنا جھکاؤ گے امجد کہاں تک

بہت سے بُروں سے تو اک نیک اچھا

کہو ایک اچھا کہ ہر ایک اچھا

بیوی کی تقریر تھی، یا چلتا ہوا تیر، میاں کے دل و جگر چھلنی ہو گئے ہر فقرہ دل میں گڑ گیا، ہر حرف کلیجے کے پار ہو گیا۔ بے ساختہ جی بھر آیا آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے۔ حضرت ذوالجلال کی ہیبت نے پتہ پانی کر دیا۔ اَدبدا کر بیوی کے قدموں پر گرا اور بھرائی ہوئی آواز سے کہنے لگا میری بیوی! میری ملکی صفات ملکہ! مجھے معاف کرو جس خدا کی نافرمانی سے مجھے تم نے ڈرایا ہے اُسی کا واسطہ میرے لئے دعا کرو۔ مجھ گناہ گار کو بخشوالو۔ اگرچہ لوگ زن مریدی کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ لیکن تم سی عورت سے ارادت میرے لئے فخر کی بات ہے۔

بیوی نے سر قدموں سے اٹھا کر کہا تم ہزار بار اپنا سر میرے قدموں پر کیوں نہ رکھو مگر پھر میرے سرتاج ہی ہو تم ہزار دفعہ میری غلامی کرو مگر پھر بھی میرے آقا ہو۔ بھلا میں تمہارا گناہ کیا معاف کر سکتی ہوں مَن یغفر الذنوب الا اللہ۔

بس اب صحیح زندگی کی یہی صورت ہے کہ تم میرے دل میں ہو اور خدا تمہارے دل میں رہے، میں تمہاری ہو کر جیوں تم خدا کے ہو کر جیو، صرف ہم دو میاں

بیوی کا اتحاد لاکھوں مصیبتوں کو دفع کر سکتا ہے۔

لطفِ فردوس اگر چاہتے ہو یہاں
متبع سنتِ مصطفےٰ کے رہو

شام و صبح اب یہی ہے خدا سے دعا
میں تمھاری ہوں تم خدا کے رہو

---

اک تار بندھا ہے سلسلے کا
اک اک کے قدم پہ گر رہا ہے

میں کعبہ کے گرد پھر رہا ہوں
کعبہ ترے گرد پھر رہا ہے

---

ہم تم دونوں گناہ گار ہیں۔ آؤ سچے دل سے توبہ کریں، توبہ ہر گناہ کو دھو دیتی ہے۔

رحمت منڈلا رہی ہے پیچھے پیچھے
اک بدلی سی چھا رہی ہے پیچھے پیچھے

اے میری بدی ٹھہر کہاں جاتی ہے
توبہ بھی تو آرہی ہے پیچھے پیچھے

---

آؤ ہم دونوں دورِ آدم و حوا (علیہما السلام) کو تازہ کریں اور سچے دل سے اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے غفار الذنوب سے معافی کے خواستگار ہوں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○

اے خالقِ دو جہاں خدائے اکبر
از چشمِ کرم بحالِ زارم بنگر

در حالتِ اضطرارِ عبدِ بیکس
یا ربِّ سِوَاکَ مَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَر

# يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَشَاءُ

نہیں پروا یہاں چھوٹے بڑے کی — یہ ہے درگاہ ربِ لاابالی
نظر کس پر ہے اس کی کس کو معلوم — پسندِ یار حالی ہے کہ قالی
یہ کیوں سوکھی ہے اور وہ کیوں ہری ہے — یہ کیوں مثمر ہے اور وہ کیوں ہے خالی
کوئی ہے تشنہ لب اور کوئی سیراب — کہیں جل تھل کہیں ہے خشک سالی
پیا چاہے جسے وہ ہے سہاگن — حقیقت میں نہ سافل ہے نہ عالی
میاں کی عقل پر پتھر پڑے ہیں — گلوئے زن میں ہے عقد لآلی

وَلَوْ كَانَ النِّسَاءُ كَمَنْ وَجَدْنَا
لَفُضِّلَتِ النِّسَاءُ عَلَى الرِّجَالِ

# قطعہ

خانۂ دل کی مکیں ہے عورت
ہمہ تن پردہ نشیں ہے عورت

نفیٔ ہستی کوئی اس سے سیکھے
دیکھو ہو کر بھی نہیں ہے عورت

## ایضاً

ضبط سے دم ہی نہ کیوں گھٹ جائے
اف کبھی منہ سے نہ کرنے والی

کون ہے ایسی فدائے توحید
"ایک" کے نام پہ مرنے والی

## ایضاً

طلبِ نام و نمود اس کو نہیں
کوئی سمجھے کہ وجود اس کو نہیں

اب ہے اللہ کے سوا کیا باقی
ماسوئی اللہ کا شہود اس کو نہیں

# رباعی

ناز دلبرؔ بہ اہل دل محبوب است
گرمی زدہ را ہوای ظل محبوب است

زن را چوں نشود حبیب محبوب خدا
زن منفعل ست و منفعل محبوب است

## ایضاً

زن ہست مگر، ز مرد مشتق آمد
در عالم خلق مظہر حق آمد

بنگر بہ فصوص قول شیخ اکبر
مراۃ ، مرآۃ نور مطلق آمد

وحدت فی الکثرۃ

ازل سے معشوق نہیں جس کو ڈھونڈنے نکلے ہیں

پاس ہی سی کو ڈھونڈنے نکلے ہیں

وحدت کثرت میں بنتی ہوتی ہے

ملتی ہیں دو ضد ایک ہونے نکلے ہیں

رباعیات احمد

وَاللّٰہُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا

کھینچوں دریا کو کس طرح ساحل سے
حق کو کیونکر جدا کروں باطل سے

مرد اور عورت میں دونوں فضیلت کس کو
آدم ہیں گل سے بنے ہیں۔ حوا دل سے

(ترجمہ)

رباعیات امجد

## حسن و عشق

دو دل اگر ہوں ایک تو تخلیقِ جاں ہو جاتا ہے
دل آگ کو دیں حسن و عشق کی یکجائی ہے
ایجاب بجلی کی ادا روشنی کے مانند
دو تار سے زیست کا دیا جلتا ہے

رباعیاتِ امجد

# ایک جان توڑ ہوئی کی کہانی ہے مجید کی زبانی نمبر ۲

اپنے غم کی داستاں کس سے کہوں
درد جانِ خستہ جاں کس سے کہوں

میں بھی آخر رکھتی ہوں منھ میں زبان
ہاں زباں میری بھی ہے آتش بیاں

آہ کوئی سننے والا ہی نہیں
اس اندھیرے میں اُجالا ہی نہیں

با لب دمساز خود گر جفتمے
ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے

(۲)

آہ جب دنیا میں میں پیدا ہوی
خلق میری شکل پر شیدا ہوی

رنگ لایا چاند سا مکھڑا مرا
سب کو بھایا چاند سا مکھڑا مرا

تھی خبر مجھ کو نہ صبح و شام کی
پل رہی تھی گود میں آرام کی

مہدِ عیش و ناز میں پلنے لگی
ہوتے ہوتے گھٹنیوں چلنے لگی

لوگ خوش ہوتے تھے میری چال سے
سب کو حال آتا تھا میرے قال سے

بھولی باتیں جب سنا دیتی تھی میں
رونے والوں کو ہنسا دیتی تھی میں

آنکھ تاروں سے لڑاتی تھی کبھی
چاند ماموں کو بلاتی تھی کبھی

ہر گھڑی رہتا تھا چشمِ بد کا ڈر
روز مجھ پر سے اُترتی تھی نظر

جب بگڑتی تھی مناتے تھے مجھے
سب سر آنکھوں پر بٹھلاتے تھے مجھے

سچ تو یہ ہے جان سے پالا مجھے
ہاں بڑے ارمان سے پالا مجھے

یوں ہی میرے رات دن کٹتے رہے — میں بڑھی - دن عمر کے گھٹتے رہے

رفتہ رفتہ شکل انسانی ہوئی
ہوتے ہوتے تسمیہ خوانی ہوئی

کام پھر اتنا کیا کرتی تھی میں — کچھ الف بے تے پڑھا کرتی تھی میں
پہلے تو پڑھنے سے کچھ نفرت رہی — ہو گئی پھر علم سے دل بستگی
شوق سے پڑھتی رہی دن رات میں — پھر نہ کرتی تھی فضول اک بات میں
دس برس تعلیم ہی میں کٹ گئے — جہل کے تاریک بادل پھٹ گئے
ایک لمحہ مجھ کو بیکاری نہ تھی — صنعت و حرفت سے بھی عاری نہ تھی
علم و فن میں خاص قابل ہو گئی — بدر کے مانند کامل ہو گئی
بات ہر جلسے میں غالب تھی مری — عقل نیک اور رائے صائب تھی مری
ماہتاب عمر کامل ہو گیا — سن مرا شادی کے قابل ہو گیا
پڑ گئی ماں باپ کو شادی کی فکر — یا کہوں - تھی میری بربادی کی فکر
آ گئے دس بیس پھر پیغام بھی — نیک بھی تھے جس میں بدانجام بھی
جن میں کچھ جاہل تھے کچھ لکھے پڑھے — کچھ تو چھوٹے آدمی تھے کچھ بڑے
بس بڑے گھر پر پڑی سب کی نظر — دولت و زر پر پڑی سب کی نظر
یہ نہ دیکھا ہے وہ کچھ انسان بھی — یہ نہ دیکھا اس میں ہے ایمان بھی
یہ نہ دیکھا ہے جگر کی پھانس ساس — ٹھنڈے دل لینے نہ دیگی سانس ساس
نند کے عادات سے کیا بحث تھی — دن نہ دیکھا - رات سے کیا بحث تھی
سب یہی کہتے تھے کیا داماد ہے — مال و زر سے جس کا گھر آباد ہے

سب کے دل پر زر کا سکہ نقش ہے
نقش سکہ کیا ہی چلتا نقش ہے

زر ہے دل بر ہر جوان و پیر کا
نقش سکہ نقش ہے تسخیر کا

زر کی خاطر ہے ہر اک بہروپیا
کچھ نہو۔ بس روپیہ ہو روپیہ

گر بریزی بحر را در کوزۂ
چند گنجد قسمت یک روزۂ

الغرض طے ہوگئی سب بات چیت
ہے زبردستی بڑے بوڑھوں کی ریت

میری مرضی کی ضرورت ہی نہ تھی
پوچھنے کی مجھ سے حاجت ہی نہ تھی

اک یہی خوبی تو ہے نسوان میں
زندہ گڑ جاتی ہیں قبرستان میں

جان دیدو چپکے، بن کر جنتی
سن لو حکم ' النکاحُ سُنّتی '

رات کو وہ دن کہیں، یا دن کو رات
بولنا ہے سخت، بے شرمی کی بات

جاو چپ چپ بھیجدیں وہ جس کے ساتھ
اختیار ان کو ہے بیچیں جس کے ہاتھ

بہر نسواں ملتِ ایماں ست ایں
مسلمستاں نیست ہندوستاں ست ایں

خیر آخر عقد کا دن آگیا
کشت دل پر ابر حسرت چھا گیا

آئی دنیا میں اڑاتی خاک، صبح
صورت دل تھی گریباں چاک، صبح

آگئی صبح قیامت آگئی
آگئی صبح شہادت آگئی

المدد اے تشنہ کام کربلا
ٹال دے للہ یہ آئی بلا

یا علی' یا حیدرِ مشکل کشا
حل کرو مشکل مری بہر خدا

پھڑپھڑاتا ہے پرندہ وقت ذبح
چیختی ہے بھیڑ کیسا وقت ذبح

ہائے یاں اتنی اجازت بھی نہیں　　چیخ کر رونے کی بھی ہمت نہیں
گھٹتے گھٹتے سینے میں دم رک گیا
ضبط کرنے سے کلیجہ پھک گیا
لو، سنو، وہ آئی باجے کی صدا　　صور اسرافیل بھی جس پر فدا
لیجئے۔ وہ آ گئے دولھا میاں　　یا امان الخائفین الاماں
آمد قاضی میں پھر کیا دیر ہے　　دن دہاڑے کس قدر اندھیر ہے
پوچھنے کچھ لوگ آئے میرے پاس　　جن کے آتے ہی۔ گئے میرے حواس
دور ہی سے کچھ دکھا دی فرد جرم　　گویا مجرم کو سنا دی فرد جرم
خاک میں مجھ کو ملا کر چل دئے　　قتل کا فتوی سنا کر چل دئے
آپ تو کچھ کہہ نہیں سکتی تھی میں　　یاس سے اک اک کا منھ تکتی تھی میں
بے وقوفی پر مری ہنستے ہوئے　　جس طرح وہ آئے تھے واپس گئے
ہو گیا فرضی سب ایجاب و قبول　　خوب کی پابندئ شرع رسول ؐ
بس بزرگوں نے جو چاہا۔ ہو گیا　　عقد کا پورا سیاپا ہو گیا
دور دور عام ہے اندھیر کا　　یہ سیاپا نام ہے اندھیر کا
آہ یہ سب تھی سیاہی بخت کی　　تھی سیاہی میں سیاہی بخت کی
کتنا جلدی ڈھل گیا شادی کا دن　　کل سے ہے آغاز بربادی کا دن
نقش دل پر نامرادی ہو گئی
لوگ کہتے ہیں۔ کہ شادی ہو گئی
ہائے اللہ وقت رخصت آ گیا　　آ گیا پیغام رحلت آ گیا

لو، زنانہ گھر میں نوشہ آ گیا — خوف کے سینے میں دم گھبرا گیا
گھر کی مہماں عورتوں کی عید تھی — شوق میں ہر آنکھ محو دید تھی
تھی نظر ہر اک کی دولہ کی طرف — تھا رُخِ نوشاہ تیروں کا ہدف
صورتِ نوشہ پہ دیدہ گڑ گیا — پردے کی آنکھوں پہ پردا پڑ گیا
فرطِ غم سے میں اِدھر بیہوش تھی — مجھ سے میری زندگی روپوش تھی
چھینٹے دیدے کر اٹھایا پھر مجھے — بختِ خفتہ نے جگایا پھر مجھے
جس کے ڈر سے کانپ اٹھا تھا جگر — پھر وہی منظر ہوا پیشِ نظر
پھر اسی شدت سے دل گھبرا گیا — پھر دوبارہ خوف سے غش آ گیا
وہ مجھے سب سے چھڑا کر لے چلے — گھر سے، مردے کو اٹھا کر لے چلے
رہ گئیں منہ دیکھتی ہمجولیاں — بولنے پائیں نہ اپنی بولیاں
دھارِ تیغِ زندگی کی مڑ گئی — اڑ گئی سونے کی چڑیا اڑ گئی
ماں ہے گریاں، باپ الگ مغموم ہے — رونے کی، شادی کے گھر میں دھوم ہے
گریہ و آہ و بکا ہے ہر طرف — مجلسِ ماتم بپا ہے ہر طرف
الوداع اے شادمانی الوداع — الوداع اے زندگانی الوداع
چھوڑتی ہوں آج میں ماں باپ کو — دفن کر دیتی ہوں اپنے آپ کو

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

حلق میرا رکھ دیا خنجر تلے — بھیڑ کو مسلخ کی جانب لے چلے
پھر کیا مجھ کو سواری میں سوار — قبر کے مانند تھا جس میں فشار

کون سنتا ہے مری اس شور میں — گھر سے لے جاکر اُتارا گور میں
لمبی ہوتی جارہی ہے داستاں — مختصر کرتی ہوں اب اپنا بیاں
آخری حصہ بھی کچھ سُن لیجئے — کچھ ہو ہمدردی تو ماتم کیجئے

کیا کہوں کیونکر کٹی جلوے کی رات
ڈھونڈتی تھی موت کو میری حیات

میرے سرتاج آئے جس دم میرے پاس — کھو گئے آئے ہوئے میرے حواس
لال آنکھیں خوں چکاں، کف در دہاں — اک قدم پڑتا تھا یاں، اور اک وہاں
اڑ رہا تھا منہ سے بدبو کا غبار — لیتے تھے ابکائیاں بھی بار بار
لڑکھڑا کر گر گئے پھر ایک بار — قابلِ عبرت تھا ان کا حال زار
گرنے کی آواز سن کر آئی ماں — بولی، ہَیں ؟ کیا ہوگیا تم کو میاں
مجھ سے پھر پوچھا کہ تو نے کیا کیا — سچ بتا، قطامہ، پاجی، بے حیا
جادوگرنی تو نہیں ہے تو کوئی — میرے بچے کی یہ کیا حالت ہوئی
جس کے گھر میں آتے ہی بھونچال آے — اسکی پرچھائیں سے اللہ ہی بچائے
خیر بک جھک کر، اٹھا کر لے گئے — ایک ڈائن سے بچا کر لے گئے

صبح تک مجھ سے کسی نے کی نہ بات
کیوں بہن! کیسی رہی جلوے کی رات

بعد کا قصہ ہے طولانی بہت — سن کے تم کو ہوگی حیرانی بہت
میرا سارا زیور و زر بک گیا — جو دیا تھا باپ نے گھر بک گیا
طالع بدرات دن چکر میں تھا — میرا سر، سرتاج کی ٹھوکر میں تھا

نام لینا میرا ان کو عار تھا　　　نام میرا ان کے ہاں مردار تھا
ساس نندوں کے ستم اس کے سوا　　　رہتے تھے روز سوہن سے گلا
کوستی تھیں ساس نندیں ہر زماں　　　گالیاں دیتے اُدھر دولہ میاں
بخت بد اتنی ترقی پا گیا　　　فاضہ ہوا ھُنؔ کا بھی وقت آگیا
حال میرا بد سے بد تر کر دیا　　　آخر اک دن گھر سے باہر کر دیا
بیٹی، اپنے باپ کے گھر آگئی　　　جاں نکل کر تن سے لب پر آگئی

صورت از بے صورتی آمد بروں
باز شد انا الیہ راجعون

# غزل

موت سے ہے ابتدائے زندگی　　　موت ہی ہے انتہائے زندگی
رات دن گھل گھل کے مرنیکے لئے　　　دی گئی ہم کو سزائے زندگی
سانس لینے کی بھی گنجائش نہیں　　　تنگ ہے کتنی قبائے زندگی
ہر طرف سے موت ہے گھیری ہوئی　　　کیا بھیانک ہے سرائے زندگی
طفلِ نوزائیدہ تو روتا ہے کیوں　　　ہے ابھی تو ابتدائے زندگی
زندگی در گردنم افتاد سخت　　　بند بکشا اے خدائے زندگی

# شادی ــــــ نمبر۳

اے نوجواناں در حیدرآباد | آمد زبیروں یک مرد پیرے
ہم شکل طفلے زافتاد دنداں | ریشِ سپیدش مانند شیرے
رویش بگوئی چوں صخرِ جنّی | دیدہ ندیدش ہرگز نظیرے
دندانِ عالم خنداں بہ شکلش | ماندے بگردش جمعے کثیرے
نامش بایں ہم یوسف شنیدم | بیناشمردے خود راضریرے

---

ناگہ شنیدم کو عقد کردہ | با حورِ طلعت، ماہے منیرے
بربست کابیں زاندازہ بیروں | دادش بما درزرے خطیرے
طاؤس و اژدر شد جمع یکجا | دردست زاغے طوطی نظیرے
ہمخوابہ میموں، میموں شمائل | درچنگ زنگی حورا اسیرے
در ابر آمد مہرِ درخشاں | یا منخسف شد ماہے منیرے
درپہلو ہم شد سور و ماتم | آں نوجواں زن ایں مرد پیرے

---

آں نازنیں زو وحشت گرفتہ | زانساں گریزد از قوس تیرے
ہرچند مردک گردش تملق | اما نگشت او الفت پذیرے

برپائے نازش افتاد از سر گفتنش بزاری کاے بے نظیرے
تا زندہ مانم باشم مریدت تو شاہ حسنی زوجت فقیرے
پس چوں گریزی از بندہ اے جاں اے در کمندت گشتم اسیرے
آں شوخ دیدہ گفتش بشوخی کاے باکمانے قدت نظیرے
من خرد سالم تو سال خوردی
تیرے بہ پہلو بہتر ز پیرے

## قطعہ

بگفتم روزے از پیر کہن سال کہ در پیر و جوان رشتہ بجا نیست
جوابم داد۔ آں مفتی ذی عقل کہ اے امجد ترا عقل رسا نیست
اگر دختر کشی ممنوع آمد
مگر دختر فروشی نا روا نیست

# شادی ——— نمبر۴

## نظم ——— نثر نما

کہتے ہیں۔ کہ یورپ کے کسی قصبہ میں ——— اک لڑکا تھا جیمس نام ہشیار ذکی
اک مرتبہ اس نے باپ کی چوری سے ——— اک کالی کلوٹی مس سے شادی کرلی
جب بی بی کو ساتھ لیکے گھر میں آیا ——— سسرے نے بہو کی کالی صورت دیکھی
پوچھا، یہ کون؟ جیمس نے ہنسکے کہا ——— حضرت کی بہو ہے اور میری بی بی
جھنجلا کے کہا باپ نے کیوں نالائق ——— مجھ سے پوچھے بغیر شادی کرلی
کمبخت ابھی گھر سے نکل جا میرے ——— ایسے پاجی خلف کی ایسی تیسی
جب باپ نے گالیاں سنائیں بے حد ——— اک مرتبہ جیمس نے بھی تیوری بدلی
مارے غصے کے لال پیلا ہو کر ——— کہنے لگا۔ پہلے سن لو اک بات مری

مجھ کو تو نہ پوچھنے کا الزام دیا
تم نے کب مجھ سے پوچھکر شادی کی

—— (؟) ——



